باب-89

الہام

☆ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا -

ترجمہ: (خضرنے) کہا، اگر تم میری اتباع کرنا چاہتے ہو تو جب تک میں خود بیان نہ کروں تم کسی شئے کا سوال نہ کرو۔ (سورۃ الکھف: آیت70)

بزرگوں کا ایک فارسی قول ہے جس کے معنی ہیں۔۔۔"شاگرد کا کام ہے کہ احکامِ ظاہری میں تحقیقات کرے، بحث و مباحثہ کرے۔ اور مرید کا کام ہے کہ روحانیات اور اسرارِ الٰہی میں مرشد کی بات دل لگا کر سنے۔ وہ خود مناسب سمجھے گا، بتادے گا"۔

صاحبو! اس مقام پر لطیف بحثیں ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا علم کیسا تھا اور خضر علیہ السلام کا کیسا؟۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کا علم کلیات کا تھا، بنی بر وحی تھا، متعدی (fundamental) تھا۔ اس کی اتباع سب پر واجب تھی۔ جب کہ خضر علیہ السلام کا علم، جزئیات کا اور الہامی تھا۔ ان کے تمام کام کشف اور الہاماتِ ربانی پر قائم تھے۔ حضرت موسیٰؑ کا راستہ اَور تھا اور حضرت خضرؑ کا اَور۔ موسیٰؑ تو صاحبِ زمانہ تھے۔ اولوالعزم پیغمبر تھے۔ صاحبِ مذہب و کتاب تھے۔ ان کے بعد جتنے پیغمبر آئے سب ان کے تابع تھے۔ اس پر ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ان کے احکام کی مخالفت کیوں کی؟۔۔۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے حدود و احکام و عمل الگ تھے اور خضر علیہ السلام کے الگ۔ اس لیے خضرؑ نے موسیٰؑ کی ان جزئیات میں اتباع نہیں کی۔ لیکن اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اِس وقت تو اُن کے حدودِ عمل روئے زمین پر جاری ہیں، کوئی اس سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تمام دنیا کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ محمدیوں کو جو الہام ہو، اس کو قرآن و حدیث پر پیش کرو۔ اگر قران و حدیث کے خلاف نہیں تو اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، معصوم کی تعلیم ہے۔ یقیناوہ غلطی سے محفوظ ہے۔ ہمارا کشف و الہام، ظنی یعنی probable ہے۔ جو یقینی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یقینی اور ظنی کا کیا جوڑ ہے۔۔؟ یہ بھی یاد رکھو کہ جس الہام سے قرآن و حدیث ساکت ہے اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ مگر وحی کے مقابل، الہام بہر حال قابلِ ترک (liable to desist) ہے۔

دیکھو! عالمِ مثال میں غیر مرئی شئے مناسب صورت میں نمودار ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو دودھ کی شکل میں دیکھا۔ بیماری کو پراگندہ بال لڑکی کی صورت میں دیکھا۔ یہ خدائے تعالیٰ کا دوسرا ظہور ہے، تجلیٔ تشبیہی ہے جیسے کہ آدمی خواب میں دیکھتا ہے۔ مکاشفہ بھی ایک قسم کا خواب ہے۔ خواب بے اختیاری ہوتا ہے اور مکاشفہ اختیاری۔ تشبیہ کا سمجھنا انسان کے خیال اور علم سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کشف ایسے ہوتے ہیں جیسے رویائے صادقہ کو جو دیکھا وہی دنیا میں ظاہر ہوا۔ اور بعض کشف بغیر طلب ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتی ہے وہ تو بس ایک لمحہ کی بات ہے۔ خیال اس کو پھیلاتا ہے۔ اس کے اجمال کی تفصیل بتاتا ہے۔ جیسے تم اپنے دوست سے بات کر رہے ہو، دفعتہً دل میں جواب آتا ہے۔ خیال کا آنا تو ایک سیکنڈ کی بات ہے، لیکن جب اسے بیان کرنے بیٹھتے ہو تو گھنٹوں بھی لگ جاتے ہیں۔ تفصیل میں جتنی باتیں ہیں وہ اجمال ہی سے نکلی ہیں۔ بعض کشف میں انسان کا نفس دخل در معقولات کرتا ہے۔ کچھ اپنے دل سے تکے بھی لگاتا ہے۔ اسی لیے صاحبِ کشف کو نفس کُشی کی ضرورت ہے کہ نفس جتنا ہے بلاکم و کاست اتنا ہی دکھادے۔۔۔ پیغمبروں کا نفس بالکل ساکن اور مطمئن رہتا ہے اسی لیے ان کے کشف کو وحی کہتے ہیں۔ جس قدر نفس میں سکون ہو گا، اطمینان ہو گا اتنا ہی کشف صحیح ہو گا، واقعہ کے مطابق ہو گا۔

بہت سے لوگ اس مغالطہ میں بھی پڑے ہوئے ہیں کہ اگر مرشد، اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف بھی حکم دے تو وہ واجب العمل ہے۔ نہیں! اصل بات یہ ہے کہ مرید کبھی مرشد کی بات پوری طور سے سمجھ نہیں پاتا۔ مگر جب تمام واقعات منکشف ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مرشد نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا خلاف نہیں کیا بلکہ مرید نے اپنی بے سمجھی سے اسے غلط طور پر سمجھا۔

{حوالہ تفسیر صدیقی - پارہ 15 صفحہ 123 تا 125 اور پارہ 29 صفحہ 94}